فیڈریشن کی ایک خود مختار جمہوریہ قرار پائی۔ جولائی ۱۹۱۸ء میں ترکمن قوم پرستوں نے (جن میں منشویک اور دائیں بازو کے سوشل ڈیمو کریٹ شامل تھے) بالشویک اقتدار کا خاتمہ کرکے آزادی کا اعلان کردیا۔ عشق آباد کی اس نو آزاد ترکمن ریاست کو مشہد (ایران) میں قائم برطانوی مشن کی سرپرستی حاصل تھی۔ اس نو آزاد حکومت کی درخواست پر جنرل میلیسن کی قیادت میں برطانوی فوجی دستے عشق آباد میں تعینات کئے گئے۔ بہرحال ترکمن اپنی یہ آزادی زیادہ دیر تک برقرار نہ رکھ سکے اور انگریزی افواج کے انخلاء کے بعد ۱۹۲۰ء کے اواخر تک علاقے پر جنرل فرنز اور کجبائی شیف کی قیادت میں سرخ افواج نے اپنی گرفت مستحکم کرلی۔ ترکمنستان کو ۲۷ اکتوبر ۱۹۲۴ء کو یونین جمہوریہ (SSR) کی حیثیت دی گئی اور اس میں ٹرانس کیسپین ڈسٹرکٹ کے علاوہ عشق آباد' کراسنوووڈسک' تیجند' مرو اور سابقہ خیوا اور بخارا خانیتوں کے ترکمن علاقے (خیوا کے تاشاوز اور ارگنج علاقے اور بخارا کے چار جڑو اور کرکی کے علاقے) شامل کئے گئے۳۴۔

قازقستان کی زمینی سرحد اگرچہ ایران کے ساتھ نہیں ملتی تاہم بحیرہ کیسپین کا ساحلی ملک ہونے کے ناطے ان دونوں کی بحری حدود ایک ہی بحیرہ سے منسلک ہیں۔ وسطی ایشیا کی باقی تین مسلم ریاستوں : ازبکستان' تاجکستان اور کرغیزستان کے ساتھ ایران کا براہ راست جغرافیائی اتصال نہیں البتہ ترکمنستان کے راستے ازبکستان اور پھر ازبکستان کے راستے تاجکستان' کرغیزستان اور قازقستان کے ساتھ بھی زمینی روابط پیدا کئے جاسکتے ہیں۔ مسلم ممالک کی حیثیت سے ایران ان تمام ریاستوں کے ساتھ مشترک مذہبی اور ثقافتی ورثے کے حوالے سے مضبوط بنیادوں پر تعلقات استوار کرنا چاہتا ہے۔

ایران اور سابق سوویت ریاستوں میں روابط : دوطرفہ یا کثیرالاطراف؟

۱۹۹۱ء میں سوویت یونین کے انہدام کے نتیجے میں ایران کے پڑوس میں متعدد مسلم اور غیر مسلم نو آزاد ریاستوں کے عالمی نقشے پر ظہور کے وقت صدر علی ہاشمی رفسنجانی کی حکومت ایران کی سفارتی تنہائی (diplomatic isolation) کے خاتمہ کے لیے زبردست کوششوں میں مصروف تھی۔ ۱۹۷۹ء کے اسلامی انقلاب کے نتیجے میں نہ صرف امریکہ اور مغرب سے ایران کے تعلقات بگاڑ کا شکار ہوگئے تھے بلکہ بعض اسلامی ممالک میں بھی بوجوہ ایران کے لیے ناپسندیدگی کے جذبات پیدا ہوگئے تھے۳۵۔ عراق اور ایران کے درمیان جنگ چھڑنے کے نتیجے میں "بین الاقوامی برادری" کی طرف سے ایران پر "مکمل سفارتی تنہائی" عائد کردی گئی۔ یہ سفارتی تنہائی عملاً" ۸۰ کی دہائی کے اختتام تک جاری رہی۔ اس پس منظر میں ایرانی انقلابی قیادت نے ۸۰ کی دہائی کی ابتداء ہی سے اس سفارتی تنہائی کو توڑنے کے لیے لچک دار خارجہ پالیسی اختیار کرنا شروع کی۔ اکتوبر ۱۹۸۲ میں

اسلامی انقلاب کے روحانی پیشوا آیت اللہ خمینی نے ایران کی "خلوت نشین حیثیت" (hermit status) ختم کرنے پر زور دیا۔ ۶ اگست ۱۹۸۴ کو ایرانی صدر علی خامنہ ای نے ایران کے لیے "کھلے دروازے" کی ایک ایسی خارجہ پالیسی کی تشکیل پر زور دیا جس کی رو سے ایران اپنے قومی مفادات اور نظریاتی تشخص کو برقرار رکھتے ہوئے دنیا کے تمام ممالک کے ساتھ صحت مند اور معقولیت پر مبنی مضبوط (rational sound and healthy) تعلقات قائم کرسکے۳۶۔ تاہم اس دوران ایران کی طرف سے اپنی سفارتی تنہائی ختم کرنے کی کوششیں آٹھ سالہ ایران - عراق جنگ میں مغرب، امریکہ اور علاقائی عرب مسلم ممالک کی طرف سے عراق کی طرف داری کی وجہ سے کامیابی سے ہمکنار نہ ہوسکیں۔

۱۹۸۸ء میں ایران - عراق جنگ کے خاتمہ کے بعد ایرانی قیادت نے مغرب اور تیسری دنیا کے ممالک کے ساتھ تعلقات پھر سے مضبوط بنیادوں پر قائم کرنے کے لیے کوششیں تیز تر کردیں۔ ایران کو جنگ کے دوران تباہ شدہ اقتصادی ڈھانچے کی تعمیر نو کے لیے ٹیکنالوجی، وسائل اور ماہرین کی اشد ضرورت تھی۔ ایرانی کوششیں جلد ہی رنگ لائیں اور مغرب و مشرقی بلاک کے ممالک کے ساتھ تجارت اور اقتصادی تعلقات کو فروغ حاصل ہونا شروع ہوا۳۷۔ عراق کے ساتھ آٹھ سالہ جنگ کے دوران ایران کی فوجی قوت تباہ ہو کر رہ گئی تھی۔ اپنی کھوئی ہوئی فوجی طاقت بحال کرنے کے لئے ایران نے ۱۹۸۹ء میں سابق سوویت یونین کے ساتھ تیل کے بدلے دس بلین ڈالر کے اسلحہ کی خریداری کا معاہدہ کیا۔ اس معاہدے کے تحت صرف ۱۹۹۱ء میں ایران کو ماسکو کی طرف سے ایک بلین ڈالر کا اسلحہ سپلائی کیا گیا۔ ایران نے سوویت یونین سے سب میرین خریدنے کے سمجھوتے پر بھی بات چیت شروع کی۔ اس دوران شمالی کوریا، چین اور مشرقی یورپ کے ممالک سے بھی ٹینکوں، سٹائنکس میزائلوں سے لیس گشتی کشتیوں اور راکٹ گائڈنگ سسٹمز کی خریداری کے سمجھوتے ہوئے۔ ایرانیوں نے افغان مجاہدین سے بھی امریکی ساخت کا اسلحہ خرید۳۸۔ چنانچہ ۱۹۹۱ء کے اواخر میں جب سوویت یونین کے انہدام کے بعد ایران کی شمالی سرحدوں پر متعدد مسلم و غیر مسلم آزاد ریاستوں کا ظہور ہوا، تو ایران "بین الاقوامی برادری" کی طرف سے اس پر عائد کردہ سفارتی تنہائی کو توڑنے میں کامیابی کی راہ پر گامزن تھا۔ ایران خارجہ پالیسی میں غلط سیت اور ہٹ دھرمی (dogmatism) کے بجائے عملیت پسندی (pragmatism) کو فوقیت حاصل ہونا شروع ہوگئی تھی۔ اس پس منظر میں ایران میں سابق سوویت یونین سے آزادی حاصل کرنے والے ممالک کے ساتھ دو طرفہ تعلقات کے قیام میں گہری دلچسپی دکھائی گئی۔ ایرانیوں نے یہ تاثر دینا شروع کیا کہ ایران بیرونی دنیا اور ان خشکی میں گھری ہوئی

ریاستوں کے مابین رابطے کے لیے پل کی حیثیت رکھتا ہے۔ ان کے مطابق "ایرانی سرزمین ان ممالک کی بیرونی دنیا تک رسائی کے لیے سب سے زیادہ عملی گذرگاہ (most practical outlet) ہے ۳۹۔ ایران کے پانچ شمالی صوبے : خراسان' گیلان' مازندران اور مشرقی و مغربی آذربائیجان خشکی اور پانی (بحیرہ کیسپین) کے ذریعے آذربائیجان' ترکمنستان اور قازقستان سے ملے ہوئے ہیں۔ ایران کی سرحدیں جمہوریہ آرمینیا اور خود مختار جمہوریہ نخچیوان (آذربائیجان) سے بھی ملی ہوئی ہیں۔ بحیرہ کیسپین کے ذریعے ایران روس کے ساتھ بھی مرتبط ہے۔ جیسا کہ پہلے ذکر ہوا وسطی ایشیا کی تین دیگر خشکی میں گھری ہوئی ریاستیں' ازبکستان' تاجکستان اور کرغیزستان - ترکمنستان کے راستے ایران سے روابط پیدا کرسکتی ہیں۔ البتہ کرغیزستان اور تاجکستان کو ایران تک رسائی کے لیے ترکمنستان کے علاوہ ازبکستان کی سرزمین بھی استعمال کرنا ہوگی۔ تاجکستان اور ازبکستان کی سرحدیں چونکہ افغانستان سے ملی ہوئی ہیں اس لیے وہ شمالی افغانستان کے ذریعے بھی ایران تک رسائی حاصل کرسکتی ہیں۔

ایرانی قیادت نے اس جغرافیائی قرب و اتصال کو خطے کے ان نو آزاد ممالک کے ساتھ تاریخی' ثقافتی' مذہبی (اور بعض صورتوں میں نسلی) رشتوں کو باہمی مفاد کے حصول کے لیے بحال کرنے کا ایک زریں موقعہ سمجھا۴۰۔ اس پس منظر میں نو آزاد وسط ایشیائی ریاستوں اور قفقاز میں ایرانی سرگرمیوں میں یکدم تیزی دیکھنے میں آئی۔ ایرانیوں کی خطے میں سرگرمیاں یکطرفہ نہیں تھیں۔ بعض وسط ایشیائی ریاستوں نے سوویت یونین کے انہدام سے قبل کے زمانے سے ہی ایران کے ساتھ بہتر روابط پیدا کرنے میں دلچسپی دکھانا شروع کردی تھی۔ اور ان کے اقدامات سے پتہ چلتا تھا کہ وہ نہ صرف ایران کے لیے خیر سگالی کے جذبات رکھتی تھیں بلکہ وہ تہران کی خوشنودی حاصل کرنے کی بھی خواہاں تھیں۔ ستمبر ۱۹۹۱ء میں ترکمنستان نے ایران میں زلزلے کے متاثرین کی امداد کے لیے امدادی سامان بھجوایا ۴۱۔ اس کے کچھ ہی عرصہ بعد ترکمنستان کے صدر سپرمراد نیازوف نے ترکمنستان اور ایران کے درمیان ایک سرحدی چوکی کا افتتاح کیا۔ اس سرحدی چوکی کے ذریعہ دونوں ممالک کے درمیان آمد و رفت کے لیے انتہائی سادہ اور آسان طریقہ کار متعارف کرایا گیا۴۲۔ اکتوبر ۱۹۹۱ء میں صدر نیازوف نے ایرانی حکومت کی دعوت پر ایران کا سرکاری دورہ کیا۔ اس دورے کے دوران صدر نیازوف اور صدر رفسنجانی نے دونوں ممالک کے مابین باہمی سودمند دوطرفہ تعلقات کو مزید وسعت دینے پر زور دیا ۴۳۔

وسط ایشیائی ریاستوں اور قفقاز کی مسلم ریاستوں کے ساتھ مضبوط دوطرفہ تعلقات کے قیام

کی ایرانی خواہش کا واضح اظہار نومبر ۱۹۹۱ء میں ایرانی وزیر خارجہ ڈاکٹر علی اکبر ولایتی کے دورہ ماسکو سے ہو گیا تھا۔ چونکہ اس وقت تک سوویت یونین کی باقاعدہ تحلیل کا اعلان ابھی نہیں ہوا تھا اور توقع یہی تھی کہ سوویت یونین ایک ڈھیلے ڈھالے اتحاد (Loose Confederation) کی شکل میں ہی سہی، برقرار رہے گا، لہٰذا ایرانی وزیر خارجہ نے وسطی ایشیائی جمہوریاؤں اور قفقاز کی ریاستوں (خاص کر آذربائیجان) کے ساتھ باقاعدہ روابط کے قیام کے لیے ماسکو کی اشیرباد حاصل کرنا ضروری سمجھا۔ ڈاکٹر ولایتی نے اپنے اس دورے کے دوران وسطی ایشیا اور قفقاز کی چھ مسلم ریاستوں (وسطیٰ ایشیا میں قازقستان، کرغیزستان، ازبکستان، تاجکستان اور ترکمنستان اور قفقاز میں آذربائیجان) میں ایرانی قونصل خانے کھولنے کے لیے سوویت حکام کی منظوری حاصل کی۔ ایرانی وزیرخارجہ ماسکو سے ان چھ نو آزاد مسلم ریاستوں کے لیے روانہ ہو گئے۔ ایرانی وزیر خارجہ نے اپنے اس دورے کے دوران "علاقائی استحکام" اور تہران کے ساتھ ان ریاستوں کے تعلقات میں "توسیع" پر زور دیا۴۴۔ ڈاکٹر ولایتی نے ازبکستان کے ماسوا دیگر پانچ ریاستوں کے ساتھ مفاہمت کی یادداشتوں پر دستخط کیے۔ ازبکستان کے ساتھ مفاہمت کی یادداشت پر دستخط کو ازبک صدر اسلام کریموف کے مجوزہ دورۂ ایران کے لیے اٹھا رکھا گیا۴۵۔

ان یادداشتوں میں مواصلاتی روابط کے قیام، نیز تجارتی، اقتصادی اور ثقافتی میدانوں میں تعاون پر زور دیا گیا تھا۔ ان جمہوریاؤں میں ایرانی قونصل خانوں کے قیام اور ایرانی بینکوں کی شاخیں کھولنے پر سمجھوتے ہوئے۔ دورے سے واپسی پر ڈاکٹر علی اکبر ولایتی نے بتایا کہ ان نو آزاد مسلم ریاستوں نے ایران سے قریبی روابط قائم کرنے کی خواہش کا اظہار کیا ہے کیونکہ ایران اور ان کے درمیان مذہب، تاریخ اور ثقافت کے گہرے رشتے موجود ہیں ۴۶۔ ایرانی وزیر خارجہ نے اپنے اس دورے کے دوران ان جمہوریاؤں کے رہنماؤں کے ساتھ باہمی سودمند تعلقات کے قیام کے لیے "خصوصی انتظامات" پر بھی گفتگو کی۔ ڈاکٹر ولایتی نے اس بات کا برملا اظہار کیا کہ "ایران سمجھتا ہے کہ سوویت یونین کی ان مسلم ریاستوں کا آزادی و استقلال کی راہ پر سفر ناقابل واپسی ہے"۴۷۔ اگرچہ ان کے دیگر بیانات سے واضح طور پر اظہار ہوتا تھا کہ وہ اس موقع پر سوویت یونین کی مرکزی قیادت کو ناراض نہیں کرنا چاہتے تھے۔ انہوں نے کہا کہ "ان ریاستوں کے ساتھ ایران کے تعلقات ایران - ماسکو روابط کے پس منظر میں تشکیل پائیں گے" ۴۸ اور یہ کہ "ان کی حکومت ان ریاستوں کو سوویت یونین کا لازمی حصہ خیال کرتی ہے"۴۹۔ اس بات میں شک نہیں کہ ان کا یہ دورہ انتہائی کامیاب رہا تھا۔ تمام مسلم جمہوریاؤں کی قیادت

کے رویوں اوران کی طرف سے ڈاکٹر ولایتی کے والہانہ استقبال سے اندازہ ہوتا تھا کہ وہ ایران کو ایک اہم علاقائی طاقت سمجھتی ہیں اور اس حیثیت سے وہ اس کے ساتھ انتہائی قریبی تعلقات کے قیام کی خواہاں تھیں۵۰۔

وسطی ایشیا اور قفقاز کی ان نو آزاد مسلم جمہوریاؤں کے ساتھ ایران کی طرف سے قریبی تعلقات کے قیام کی خواہش اور ان کے ساتھ مضبوط تعلقات کے ذریعے علاقائی توازن قوت کے تناظر میں ایران کی ناخوشگوار صورت حال کا مداوا کرنے کی ایرانی کوششوں کا آغاز ۱۹۸۹ء میں ایران کی "قومی سلامتی کونسل" کی تشکیل سے ہوا۔ اس کونسل کا قیام ایک دستوری ترمیم کے ذریعے عمل میں لایا گیا اور اس کے مقاصد میں ایران کی داخلی اور خارجی سلامتی کی ذمہ دار مختلف ایجنسیوں کی سرگرمیوں میں تنسیق وارتباط پیدا کرنا تھا۔ ایران کے دیگر پالیسی ساز اداروں کی نسبت اس کونسل نے ایرانی خارجہ پالیسی کے متعدد پہلوؤں میں انتہائی احتیاط اور تدبر کا مظاہرہ کیا ہے۔ بطور مثال اس کونسل نے عراق - کویت تنازعے کے دوران ایران کی طرف سے غیر جانبدارانہ رویہ اختیار کرنے اور اس سلسلے میں اقوام متحدہ کی سیکورٹی کونسل کی قراردادوں پر مکمل عمل درآمد کی تائید و حمایت کی پالیسی اختیار کرنے میں اہم کردار ادا کیا۔ اسی کونسل نے سابق سوویت ریاستوں کے ضمن میں ایرانی خارجہ پالیسی کے اہداف کا تعین کرنے میں کلیدی کردار ادا کیا۵۱۔

ڈاکٹر علی اکبر ولایتی تمام وسط ایشیائی دارالحکومتوں میں مذاکرات کے دوران جس اہم موضوع کو بار بار زیر بحث لائے' وہ انہی کے الفاظ میں "شاہراہ ریشم کی بحالی" تھا۔ ڈاکٹر ولایتی نے مفاہمت کی جتنی بھی یادداشتوں پر دستخط کیے ان میں شاہراہ ریشم کی بحالی سے متعلق اقدامات شامل تھے۔ مفاہمت کی ان یادداشتوں میں "ان ریاستوں کو ایران کے ساتھ ریلوے لائن اور زمینی راستوں سے ملانے" پر زور دیا گیا تھا۔ ڈاکٹر ولایتی نے اس موقع پر کہا کہ "ایران کے راستے وسط ایشیائی ریاستیں نہ صرف یورپ بلکہ مشرق بعید کے ممالک تک رسائی حاصل کر سکیں گی"۔ ڈاکٹر ولایتی نے قازق صدر نور سلطان نذر بائیف کی تائید و حمایت سے ایران کو چین کے ساتھ پرانی شاہراہ ریشم کے ذریعے ملانے کی تجویز بھی پیش کی۔ شاہراہ ریشم کی بحالی کے اس ایرانی پروگرام کو عملی جامہ پہناتے ہوئے ایران نے مشہد سے سرخس (ترکمنستان) تک تقریباً" دو سو کلو میٹر کی ریلوے لائن بچھانے کے سمجھوتے پر دستخط کئے۔ (یہ منصوبہ ۸۵ ملین ڈالر کی لاگت سے مئی ۱۹۹۶ء میں مکمل ہوا۔ ۱۲ مئی ۱۹۹۶ء کو اس نو تعمیر شدہ ریلوے لائن کی افتتاحی

تقریب منعقد ہوئی۔ ایرانی صدر ہاشمی رفسنجانی اور ترکمن صدر سپرمراد نیازوف نے مشہد سے دو سو کلو میٹر دور دونوں ملکوں کی سرحد پر واقع علاقے سرخس میں اس ریلوے لائن کا مشترکہ افتتاح کیا۔ اس افتتاحی تقریب میں جارجیا' آرمینیا اور "آزاد ممالک کی دولت مشترکہ" کے صدور سمیت ۵۰ ممالک کے نمائندوں نے شرکت کی۔ یہ ریلوے لائن سرخس سے ترکمنستان کے ایک اور شہر تیجان کے راستے دیگر وسط ایشیائی ریاستوں اور چین کو ایران سے ملائے گی۵۲۔ ایران کو چین سے ملانے کے لیے قازقستان میں تین سو کلو میٹر طویل ایک اور ریلوے لائن کی تعمیر ضروری ہوگی۵۳۔ جس کی تکمیل پر ایران اور وسط ایشیائی ریاستیں چین کی وسیع تجارتی منڈی تک براہ راست رسائی حاصل کرلیں گی۔ مشہد - سرخس ریلوے لائن پراجیکٹ کی تکمیل کے بعد خلیج فارس پر واقع ایرانی بندر گاہ بندر عباس اور سرخس کے درمیان فاصلہ کم ہو گیا ہے۔ اس ریلوے لائن کے ذریعے پہلے مرحلے میں ۵ لاکھ مسافر اور ۳۰ لاکھ ٹن سامان کی سالانہ نقل و حمل ممکن ہوگی' جبکہ اگلے مرحلے کے دوران توقع ہے کہ ۱۰ لاکھ مسافر اور ۸۰ لاکھ ٹن سامان کی نقل و حرکت ممکن ہو سکے گی۔

ایران زاہدان - کرمان ریلوے لائن کی تعمیر پر بھی غور کر رہا ہے۔ اس ریلوے لائن کی تعمیر کے بعد اگلے مرحلے میں اسے بحر ہند کی چاہ بہار بندر گاہ تک توسیع دینے کا منصوبہ بھی زیر غور ہے جس کے نتیجے میں وسط ایشیائی ریاستوں کو ایران کے راستے پاکستان' بھارت اور جنوب مشرقی ایشیائی ممالک تک رسائی حاصل ہوجائے گی۔ "شاہراہ ریشم کی بحالی" کے اس ایرانی منصوبے کا ایک اور مظہر ایران اور ترکمنستان کی طرف سے سرخس کو "آزاد تجارتی زون" قرار دینے کا فیصلہ ہے ۔اس فیصلے کا مقصد اشیاء تجارت کی علاقے کے اندر اور باہر آزادانہ نقل و حرکت اور عالمی منڈی کو یہاں تک رسائی فراہم کرنا ہے۵۴۔

نو آزاد ریاستوں کے ساتھ قریبی روابط کے قیام کے ایرانی جیوسٹراتیجی منصوبوں کے ضمن میں ترکمنستان' تاجکستان اور کرغیزستان کے علاوہ قازقستان' روسی فیڈریشن' یوکرین اور قفقاز کی تینوں نو آزاد ریاستوں (آذربائیجان' آرمینیا اور جارجیا) کو اہم مقام حاصل ہے۔ یوں لگتا ہے کہ ازبکستان کے معاملے میں ایرانیوں کو خاصی مایوسی کا سامنا کرنا پڑا ہے۔ ازبکستان اگرچہ اجتماعی اور کثیر الاطراف تنظیموں کے دائرے میں ایران اور خطے کے دیگر ممالک کے ساتھ باہمی سود مند تعلقات کے قیام کا حامی ہے تاہم ازبک قیادت وسطی ایشیا میں ایک بڑی طاقت کی حیثیت کے حصول کی خواہاں ہے اور اس سلسلے میں وہ بیک وقت روس اور مغرب کی تائید و حمایت کے

حصول کی تگ و دو میں مصروف ہے۔ ازبک قیادت اور خاص کر صدر اسلام کریموف ازبکستان کو وسطی ایشیا میں کلیدی کردار کی حامل بڑی طاقت کے طور پر پروجیکٹ کر رہے ہیں۔

سابق سوویت وسطی ایشیا کا رہنما کون؟ قازقستان یا ازبکستان؟

اگرچہ رقبے اور وسائل کے اعتبار سے قازقستان کو ازبکستان پر فوقیت حاصل ہے' تاہم قازقستان بعض ایسے مسائل سے دوچار ہے جو اسے اپنی خارجہ پالیسی میں تنوع اور انتخاب کی آزادی سے محروم کرنے کا باعث بن رہے ہیں۔ اس کی آبادی میں چالیس فیصد کے قریب روسی النسل باشندوں کی موجودگی اور روس کی طرف سے اس کے روسی اکثریت والے شمالی صوبوں پر دعویداری' قازقستان کی سلامتی کے لیے مستقل خطرہ بنے ہوئے ہیں۔ واضح رہے کہ قازقستان کے یہی شمالی صوبے قدرتی وسائل سے مالا مال ہیں۔ قازقستان کی روسی آبادی میں پہلے سے ہی علیحدگی پسندی کے رجحانات جڑ پکڑ رہے ہیں اور خاص کر اس کے کوسیک روسی باشندوں نے اپنے آپ کو مسلح کرنا شروع کر دیا ہے۵۵۔ اس پس منظر میں قازق قیادت کے لیے ماسکو کے "سلامتی سے متعلق مفادات" کو پس پشت ڈالنا مشکل ہے۔ قازق قیادت کو اس بات کا بخوبی ادراک ہے کہ قازقستان کی دو ریاستوں میں تقسیم یا اس کے روسی آبادی والے شمالی علاقوں کے روس کے ساتھ الحاق کی صورت میں قازقستان نہ صرف اپنی معدنی دولت اور قدرتی وسائل سے مالا مال علاقوں سے محروم ہو جائے گا بلکہ اس عمل کے نتیجے میں اس کے پاس خطے میں ازبک بالادستی قبول کرنے کے سوا کوئی چارہ کار نہیں رہے گا۔ اس پس منظر میں قازق حکام اپنی دفاعی حکمت عملی' خارجہ پالیسی اور اقتصادی احیاء کے پروگراموں میں ماسکو سے ہم آہنگی کی راہ پر گامزن نظر آتے ہیں۔ ۲۰ جنوری ۱۹۹۵ء کو ماسکو اور الماتی کے مابین متعدد دو طرفہ معاہدات پر دستخط کئے گئے۔ ان معاہدوں میں دونوں ملکوں کے درمیان خارجہ پالیسی کی تشکیل میں یگانگت اور فوجی و اقتصادی شعبوں میں باہمی تعاون کو مضبوط کرنے پر اتفاق کیا گیا۔ بیرونی تجارت کی پالیسیوں میں وحدت و یکسانیت پیدا کرنے کے لیے بھی متعدد اقدامات پر اتفاق کیا گیا۔ مزید برآں دونوں ممالک نے "آزاد ممالک کی دولت مشترکہ" میں امن و سلامتی کی نگہداشت کی غرض سے "سلامتی کے ایک اجتماعی نظام" کے لیے مشترکہ مساعی پر بھی زور دیا۔ ان مذاکرات کے اعلامیہ میں اس بات کا اعلان کیا گیا کہ قازقستان اور روس دونوں مستقبل میں اپنے اپنے ملک کی سرزمین میں موجود فوجی تنصیبات/ تسہیلات کو دوسرے ملک کی افواج کے استعمال کے لیے کھول دیں گے۔ فوجی